Session: 2020-21

KNOWLEDGE SERIES-I

ہندوستان میں ریزرویشن

(Reservation in India)

(For Academic and Knowledge Dissemination Purpose Only)

Prepared by

Dr. A Nageswara Rao

Assistant Professor, ACSSEIP, MANUU

Al Beruni Centre for the Study of Social Exclusion and Inclusive Policy

Maulana Azad National Urdu University,

Gachibowli, Hyderabad-500032

ہندوستان میں ریزرویشن کا جائزہ لینے کیلئے سب سے پہلے ہمیں اس ملک کے تاریخی سماجی و معاشی پس منظر کو جاننے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہندوستان کی تاریخ پر روشنی ڈالی جائے تو یہاں اعلیٰ اور نچلی ذاتوں کا تصور ملتا ہے۔ تاریخ کے مطالعے سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ یہاں نچلی ذاتوں سے تعلق رکھنے والے طبقات یعنی اچھوت طبقات کو ہمہ اقسام کے وسائل کے استعمال سے محروم رکھا گیا اور سماج میں اونچ نیچ کی وجہ سے اچھوت طبقہ پسماندگی کی نچلی سطح پر زندگی گزارنے پر مجبور تھا۔ منو کے مطابق انسانوں کی زمرہ بندی چار گروپوں میں کی گئی تھی۔ برہمن، کشتریہ، وائشاس اور شودر میں انسانوں کو بانٹ دیا گیا تھا۔ برہمن طبقہ کو سب سے زیادہ طاقتور سمجھا جاتا تھا اور تمام مذہبی رسومات وحصول تعلیم کا حق انھیں کو حاصل تھا۔ کشتریہ طبقے کا کام راج کرنا اور حکومت کرنا تھا۔ ان پر بھی برہمنوں کی اطاعت لازمی تھی۔ تیسرا طبقہ کاروباریوں کا تھا۔ جبکہ چوتھا طبقہ شودروں کا جنھیں انتہائی حقیر سمجھا جاتا تھا۔ ایسے طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کا شہروں میں داخلے پر پابندی تھی۔ سخت محنت کے باوجود ایک ایک وقت کی روٹی کے لئے ذلیل وخوار ہونا پڑھتا تھا۔[1]

سماجی مصلح نے اِن سماجی برائیوں کے خلاف آواز بلند کی۔ اِن میں قابل ذکر مہاتما جیوتی با پھولے[2]، ڈاکٹر بی آر امبیڈ کر[3] ودیگر شامل ہیں۔ ہندوستان میں جب تحریک آزادی عروج پر تھی اُس وقت یہ طبقات سماجی مساوات کی لڑائی میں مصروف تھے۔ ڈاکٹر بی آر امبیڈ کر پسماندہ طبقات کے حقوق کیلئے جدوجہد کر رہے تھے۔ سماج جہدکاروں کی اسی جدوجہد کے نتیجے میں ہندوستان میں تحفظات کی بنیاد پڑھی ہے۔

ریزرویشن کیا ہے؟

درج فہرست ذاتوں، قبائیلوں اور پسماندہ طبقات کو دی جانے والی مراعات ریزرویشن ہیں۔ اس کا مقصد ایسے طبقات کو بھی وسائل کے فوائد سے مستفید کرنا ہے۔ کیونکہ یہ طبقات صدیوں سے سماجی، معاشی اور تعلیمی کے بشمول ہمہ اقسام کے وسائلی فوائد سے محروم رکھے گئے ہیں۔ ایسے مراعات کو ہندوستان اور نیپال میں 'ریزرویشن' کہا جاتا ہے۔ جبکہ پسماندہ اور سماجی اخراجیات کا شکار طبقات کو سماجی دھارے میں شامل کرنے کیلئے دی جانے والی مراعات کو برطانیہ میں positive discrimination / positive action یعنی مثبت یا ٹھوس کارروائی کہتے ہیں۔ کینڈا اور جنوبی افریقہ میں اس طرح کے عمل کو employment equity 'مساوات روزگار' کہا جاتا ہے۔

تحفظات کی فراہمی کا بنیادی مقصد:

ہندوستان میں تحفظات کی فراہمی کا بینادی مقصد سماج کے ایسے طبقات جنھیں صدیوں سے سماجی اخراجیت کی نذر کیا گیا تھا اُنھیں

ریزرویشن فراہم کرتے ہوئے سماجی شمولیت کے دھارے شامل کرنا ہے۔تا کہ تمام شہریوں کو مساویانہ مواقع فراہم ہوسکیں۔

تحفظات کا تاریخی پس منظر:

ہندوستان میں سیاسی، تعلیمی اور روزگار کے میدان میں تحفظات فراہم کیے جارہے ہیں۔تحفظات، درج فہرست طبقات، قبائیلوں اور پسماندہ طبقات کے بشمول معاشی کمزور طبقات کوفراہم کیے جارہے ہیں۔اس ملک میں سماجی جہد کاروں نے سماج میں پائے جانے والی اونچ نیچ کے خلاف آواز اٹھانی شروع کی اور سماجی اصلاح کا بیڑا اٹھایا انہی سماجی جہد کاروں میں مہاراشٹر کے مہاتما جیوتی با پھولے بھی شامل ہیں۔ جواُنیسویں صدی معروف سماجی جہد کار رہے ہیں۔ ہندوستان میں سب سے پہلے پسماندہ طبقات کوریزرویشن دینے کا مطالبہ کیا۔1881-82 میں اُس وقت کے وئسرائے لارڈ ریپن نے ولیم ہنٹر کی قیادت میں تعلیمی نظام کا جائزہ لینے کیلئے ایک کمیشن قائم کیا تھا۔1882ء میں مہاتما جیوتی با پھولے نے اس کمیشن سے نمائندگی کرتے ہوئے ہندوستان میں جدید تعلیم کے فروغ کے ساتھ ساتھ پسماندہ طبقات کیلئے ریزرویشن کی مانگ بھی کی۔اُنھوں نے واضع الفاظ میں کمیشن کومشورہ دیا تھا کہ ’’پسماندہ طبقات کی تعلیم پرخصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔‘‘ جیوتی با پھولے نے اس نمائندگی میں مزید کہا تھا کہ ملک میں تعلیم صرف اعلیٰ ذاتوں کی اجارہ داری بن گئی ہے۔اور وہ اسے صرف اپنے نجی مفاد کیلئے استعمال کررہے ہیں۔اُنھوں نے حکومت پر زور دیا تھا کہ اگر حکومت پسماندہ طبقات کی فلاح بہبود چاہتی ہے تو انکی تعلیم پرتوجہ مرکوز کریں۔اُنھوں نے تب 12 سال تک کے عمر کے بچوں کیلئے مفت لازمی تعلیم کی وکالت بھی کی تھی۔‘‘[4] اس طرح جیوتی با پھولے کی یہ کوشش ملک میں ریزرویشن کی فراہمی کیلئے آگے چل کرمشل اور مشعل راہ ثابت ہوئی۔کیونکہ اُنھوں نے سرکاری ملازمتوں میں بھی ریزرویشن دینے کا مطالبہ کیا تھا۔

اُدھر 1891ء میں تراونکور دیسی مملکت میں سرکاری ملازمتوں میں ریزرویشن کی مانگ زور پکڑ رہی تھی۔سرکاری ملازمتوں میں غیر مقامی افراد کے تقررات کے خلاف احتجاج کیا جارہا تھا اور مقامی قابل لوگوں کونظرانداز کرنے کا الزام لگایا جارہا تھا۔[5]

پہلی بار 1901ء میں کولہاپور کے راجہ ساہو جی مہاراجہ نے اپنی مملکت میں ریزوریشن کو متعارف کیا۔ساہو جی مہاراجہ نے غیر برہمنوں، اور کمزور طبقات کیلئے تعلیمی ادارے اور ہاسٹلس قائم کیے 1902 کے کولہاپور مملکت کے نوٹیفکیشن سے پسماندہ طبقات کو ملازمتوں میں 50 فیصد ریزرویشن کی راہ ہموار ہوئی۔ہندوستان میں اس حکم نامہ کو ہی پہلا ایسا حکم نامہ تسلیم کیا جاتا ہے جس میں کمزور طبقات کوریزرویشن کی ضمانت دی گئی تھی۔[6]

1908ء میں برطانوی حکومت نے چند ذاتوں اور طبقات کو نظم ونسق میں چھوٹا سا حصہ دینے کیلئے ریزوریشن کو متعارف کیا۔[7]

1919ء میں ریزرویشن کی فراہمی کیلئے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1919 مرتب کیا گیا۔

1921ء میں مدراس صوبے میں ایک سرکاری حکم نامہ لایا گیا جس میں یہ پرویژن رکھا گیا تھا کہ غیر برہمنوں کیلئے 44، برہمنوں کیلئے 16، مسلمانوں کیلئے 16، عیسائیوں اور انگلیوانڈین کیلئے 16 فیصد اور درج فہرست طبقات کیلئے 8 فیصد ریزرویشن فراہم کیے جائیں۔[8]

پونہ معاہدہ:

موجودہ ہندوستان میں درج فہرست طبقات اور درج فہرست قبائیلوں کو فراہم کئے جارہے ریزرویشن کی بنیاد ہے۔کیونکہ دلتوں کے حقوق کیلئے جدوجہد کرنے والے ڈاکٹر بی آر امبیڈکر نے پہلی اور دوسری گول میز کانفرنس میں اپنی کامیاب سعی سے مہاتما گاندھی کی شدید مخالفت کے باوجود ملک کے اچھوت طبقات کو ہندوؤں سے الگ شناخت دلانے میں کامیاب ہوگئے تھے۔جس کی وجہ سے آئندہ عام انتخابات میں علحدہ اور مشترکہ انتخابی حلقوں میں محفوظ نشتیں ملنے والی تھیں۔اس تصور سے ہی مہاتما گاندھی بے حد خوفزدہ تھے۔مہاتما گاندھی اچھوتوں کو ہندوسماج کا ایک حصہ تسلیم کرتے تھے۔اُنکا یہ ماننا تھا کہ اگر اچھوتوں کی شناخت الگ قسم سے کی گئی تو یہ ہندوسماج کی تقسیم ہوگی۔وہ اپنے اس نظریہ سے کسی بھی طرح سے پیچھے ہٹنے تیار نہیں تھے۔جبکہ ڈاکٹر بی آر امبیڈکر کا اس نظریہ سے اتفاق نہیں تھا۔مسلمانوں نے بھی اچھوتوں کو ہندوؤں سے علحدہ کرنے کا اصرار کیا تھا۔امبیڈکر نے خود اسکا اعتراف اس طرح کیا ہے کہ

''مسلمانوں نے ایک یاداشت مورخہ 27 جنوری 1910ء کو پیش کرتے ہوئے حکومت سے نمائندگی کی اور اچھوتوں کو ہندوؤں سے علحدہ کرنے کا اصرار کیا ہے۔اور دعویٰ کیا ہے کہ ان کی (ہندوؤں کی) نمائندگی ملک کے سیاسی اداروں میں آبادی کے لحاظ سے ہونی چاہئے نہ کہ تمام ہندوؤں کی تعداد پر کیونکہ ہندوؤں کا کہنا تھا کہ ہندو اچھوت نہیں ہیں''۔[9]

24 ستمبر 1932 کو گاندھی جی کی مرن برت کا پانچواں دن تھا۔اس روز زبردست عوامی دباؤ اور کانگریس قائدین کے التجاء کے بعد ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کے رویہ میں کچھ تبدیلی آئی تھی۔ایک درمیانی راستہ نکال کر آپس میں ایک معاہدے کی شکل میں ایک دستاویز کو تیار کرلیا گیا تھا۔25 ستمبر 1932 کو کانگریس قائدین اور دوسرے لوگ ممبئی گئے اور دوپہر میں انڈین مرچنٹس چیمبرس میں ہندوؤں اور اچھوتوں کے درمیان ایک معاہدہ کے اعلان کیا گیا۔اس میں دونوں جانب کے فریقین نے دستخط کیے۔[10]

پونہ معاہدے کے اہم نکات: مختلف صوبوں میں عام رائے دہندوں کے حلقہ جات میں اچھوت طبقات کیلئے چند سیٹیں مختص کردی گئیں۔مثال کے طور پر مدراس صوبے میں 30 ممبئی میں 15 سندھ میں 15 پنجاب میں 8 اس طرح سے 148 سیٹیں اچھوت طبقات کے لئے ہی مختص کردی گئیں۔اچھوت طبقات کا انتخاب مشترکہ رائے دہی سے ہوگا۔اچھوتوں کے انتخاب کیلئے دلت رجسٹرڈ

ووٹر ہونگے ،انکا الکٹرولر کالج ہوگا۔اس الکٹورل کالج کے اچھوت ووٹر اپنے حلقہ سے کوئی چار اُمیداواروں کا انتخاب کریں گے۔ان چار اُمیدواروں میں جوسب سے زیادہ ووٹ لے گا وہی اُمیدوار عام انتخاب میں حصہ لے گا۔ایسا طریقہ ہی مرکزی قانون ساز کونسل کیلئے اختیار کیا جائیگا۔

مرکزی قانون ساز کونسل میں عام نشستوں کے 18 فیصد نشتیں اچھوت طبقات کے اُمیدواروں کیلئے محفوظ ہونگی۔اس طریقہ کار کے تحت یہ ریزرویشن دس سال کیلئے رہیں گے۔دونوں فریقین کی رضا مندی سے انتخاب کا طریقہ کار ختم کیا جائیگا۔اچھوتوں کو جوحق رائے دہی دیا گیا تھا۔وہ لوتھین کمیٹی کی سفارش کی بنیاد پر دیا گیا تھا۔لوکل باڈیز کے انتخابات میں یا پبلک سروس کمیشن کے تقررات میں اچھوت پن کبھی مانع نہ ہوگا۔ہرصوبے میں تعلیم کیلئے جو گرانٹ ملتی ہے اس میں سے ایک معقول رقم اچھوتوں کے بچوں کی تعلیم کی ترقی کیلئے خرچ کی جائیگی۔قابل غور بات یہ ہے کہ اس معاہدے کی دفعات کو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کے آئین میں شامل کرنے کیلئے بھی اتفاق کرلیا گیا۔اس معاہدے پر مدن موہن مالویہ اور بی آر امبیڈکر کے بشمول 40 نمائندوں نے دستخط کیے۔ [11]

کمیونل اوارڈ سے اچھوتوں کو دو فائدے ہوئے تھے۔سب سے پہلے یہ کہ علحدہ حلقہ انتخاب یعنی ایسے حلقوں میں اچھوت اُمیدواروں کو اچھوت ہی ووٹ دے سکتے تھے۔دوسرا کہ عام انتخابات میں اچھوت بھی حصہ لے سکتے تھے۔پونہ معاہدے کے تحت اچھوتوں کیلئے مختص حلقوں کو بڑھا دیا گیا لیکن دہرے ووٹ کا حق ختم ہوا۔جنرل حلقوں میں دلت ووٹروں کی اہمیت بڑھ گئی۔

پسماندی طبقات کیلئے ریزرویشن: درج فہرست ذاتوں اور قبائلیوں کو ریزرویشن دینے کے بعد میں دیگر مزید پسماندہ طبقات کو بھی تحفظات کی مانگ زور پکڑنے لگ گئی تھی۔

پہلا پسماندہ طبقات کمیشن:

دستور ہند کی آرٹیکل 340 کے تحت صدارتی حکمنامہ جاری کرتے ہوئے 29 جنوری 1953 کو پہلا پسماندہ طبقات کا کمیشن قائم کیا گیا۔اس کمیشن نے 30 مارچ 1955 کو اپنی رپورٹ پیش کی۔یہ کمیشن کا کا صاحب کالیکر کی چیرمین شپ میں تھا جس میں چیرمین کے بشمول 11 ارکان شامل تھے۔اس کمیشن کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ دستور ہند کی آرٹیکل 3421 اور 342 میں نشاندہی کردہ درج فہرست طبقات اور قبائلی طبقات کو چھوڑ کر ایسے دیگر طبقات کی فہرست مرتب کریں جنھیں سماجی اور معاشی طور پر پسماندہ طبقات کی طرح تصور کیا جائیگا۔اس کمیشن کو پسماندہ طبقات کی سفارش اور انکی شناخت کیلئے اپنے انداز سے طریقہ کار اختیار کرنے اجازت دی گئی تھی۔جس کے تحت کمیشن سرکاری دفاتر ریکارڈ حاصل کرسکتا تھا اور عام لوگوں سے مشورے حاصل کرسکتا تھا۔کمیشن اور کمیشن کی جانب سے تقرر کردہ ذیلی کمیٹی کو ملک بھر کو دورہ کر کے جانکاری حاصل کرنے کا بھی اختیار تھا۔

اس کمیشن کی جانب 182 سوالوں پر مبنی ایک سوالنامہ جاری کیا گیا تھا۔جس میں حکومت اور عام لوگوں سے مختلف اُمور پر مشورے طلب کئے گئے تھے۔اس کے علاوہ کمیشن نے پسماندہ طبقات کی شناخت کیلئے ملک کے مختلف مقامات کا دورہ بھی کیا تھا۔کمیشن نے تمام حقائق کا جائزہ لینے کے بعد سماجی اور تعلیمی پسماندہ طبقات کی نشاندکی۔کمیشن نے ملک بھر سے 2399 پسماندہ ذاتوں اور طبقات پر مشتمل ایک فہرست مرتب کر لی جن 837 طبقات کو انتہائی پسماندہ قرار دیا۔اس کام میں راجسٹرار جنرل اینڈ سینسس کمیشنر نے اس کمیشن کا تعاون کیا۔پسماندہ طبقات کو اوپر لانے کیلئے اس کمیشن کے سفارشات کافی وسیع اور جامع تھے۔کمیشن نے اراضی کے جامع اصلاحات،گاؤں کی معیشت کی مسلمہ حیثیت ،بھودان تحریک،ڈائری صنعت کی ترقی،انشورنس برائے مویشیات،صحت ، دیہی ترقی،تعلیم بالغان، یونیورسٹیز اور سرکاری ملازمتوں میں پسماندہ طبقات کے تناسب کے بشمول کئی اُمور کا جائزہ لیا تھا۔

کمیشن کی اہم سفارشات:

- ☆ 1961 کی مردم شماری میں آبادی کا اندراج ذات پات کی بنیاد پر کیا جانا چاہئے۔
- ☆ ہندو سماج کے روایتی ذات پات کی درجہ بندی میں نچلی سطح کو اُس طبقے کا سماجی پسماندگی سے تعلق جوڑنا
- ☆ تمام خواتین کو بیاک ورڈ کلاس کے طور پر تسلیم کریں
- ☆ پسماندہ طبقات کے تمام اہل طلبہ کو ٹیکنیکل اور پروفیشنل اداروں میں 70 فیصد سیٹیں الاٹ کرنا
- ☆ سرکاری خدمات اور لوکل باڈیز میں کم از کم پسماندہ طبقات کو حسب ذیل تناسب سے ریزرویشن فراہم کرنا

کلاس ون:25 فیصد

کلاس ٹو:33.1/2 فیصد

کلاس iii اور iv میں 40 فیصد ریزرویشن فراہم کرنا۔[12]

اس کمیشن کی سب سے اہم اور انفرادی بات یہ ہے کہ کمیشن نے رپورٹ کو لیکر کمیشن کے تمام ارکان میں اتفاق رائے نہیں تھی۔کمیشن کے خود پانچ ارکان نے رپورٹ کی مخالفت کی اور اختلافی نوٹ پیش کیا۔بعدازاں صدر نشین کا کا لیکر نے بھی ایسا ہی موقف اختیار کیا تاہم اُنہوں نے اختلافی نوٹ نہیں روانہ کیا۔اُنہوں نے ذات کی بنیاد پر ریزرویشن اور دیگر سفارشات پر بھی ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔

کمیشن کی رپورٹ کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد حکومت نے 3 ستمبر 1956 کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں مورنڈم آف ایکشن پیش کی گئی لیکن اس پر عمل آواری کا معاملہ تعطل کا شکار رہا۔

منڈل کمیشن:

20 دسمبر 1978 کو اُس وقت کے وزیر اعظم مراجی دیسائی نے پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ بی پی منڈل کی صدارت میں پسماندہ طبقات کا کمیشن قائم کرنے کا حکومت نے فیصلہ کیا ہے۔ جنتا پارٹی قیادت والی حکومت کی جانب سے قائم کردہ اس کمیشن میں دیگر چار ارکان بھی شامل تھے۔ مراجی دیسائی کی جانب سے تشکیل دیئے گئے اس منڈل کمیشن معیاد کو اندرا گاندھی کی کانگریس آئی حکومت نے بھی دو مرتبہ توسیع دی۔ اس کے بعد اس کی معیاد میں توسیع دی گئی۔

اس کمیشن کی سب سے دلچسپ بات یہ ہے اس نے 21 مارچ 1979 کو وزیر اعظم مراجی دیسائی کے افتتاحی خطاب کے ساتھ اپنا کام کاج شروع کیا تھا۔ اس کمیشن کی وداعی تقریب جو 12 دسمبر 1980 کو منعقد ہوئی تھی اُس میں وزیر اعظم اندرا گاندنے خطاب کیا تھا۔ کمیشن کے چیئرمین بی پی منڈل نے 31 دسمبر 1980 کو اُس وقت کے صدر جمہوریہ نیلم سنجیوا ریڈی کو اپنی رپورٹ پیش کی تھی۔ اس کمیشن کے ایک رکن ایل آر نائنک نے رپورٹ کے اختلاف کرتے ہوئے اختلافی نوٹ پیش کیا تھا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مارچ 1979 سے کمیشن کام کرنا شروع کیا تو اگست 1979 میں مراجائی دیسائی حکومت تحلیل کیا گیا تھا اس ملک میں انتخابات کی تیاریاں شروع کردی گئیں تھیں۔ کمیشن نے ڈاٹا کے حصول کیلئے کثیر سطحی طریقہ کار اپناتے ہوئے انکوائری شروع کردی کمیشن نے کئی سوالات پر مبنی سوالنامہ تمام ریاستوں کی حکومتوں، مرکزی زیر انتظام علاقوں، حکومت ہند کے مختلف وزارتوں اور محکمہ جات کو جاری کیا۔ اس کمیشن کے سامنے چھٹویں اور ساتویں لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے کئی ارکان، ریاستی اسمبلیوں کے مختلف ارکان، بڑی تعداد میں رضا کار تنظیموں کے نمائندوں نے اس کمیشن سے رجوع ہو کر نمائندگی کی۔

کمیشن نے سماجی تعلیمی فیلڈ سروے کیلئے پروفیسر ایم این سرنیواس کی قیادت میں 15 رکنی پیانل تشکیل دیا تھا۔ اس پیانل نے ملک کے طول وعرض کا دورہ کرنے ور فیلڈ سروے کا ڈیزائن تیار کرنے 16 جولائی 20 جولائی 1979 کو دلی میں ایک اجلاس منعقد کیا۔ جس کے بعد فیلڈ سروے کیا گیا۔ کمیشن نے مختلف مقامات کا دورہ اور اُسے حاصل ہوئے ڈاٹا کا جائزہ لینے کے بعد ازاں کمیشن نے کئی اہم سفارشات کے ساتھ رپورٹ پیش کی۔ کمیشن نے پسماندہ طبقات کیلئے 27 فیصد ریزرویشن فراہم کرنے کی سفارش کی جو سب سے اہم سفارش ہے۔ کمیشن نے پسماندہ طبقات کیلئے 27 فیصد ریزرویشن فراہم کرنے کی سفارش اس لئے کی کیونکہ سپریم کورٹ کے حکم نامہ کے مطابق آئین کی آرٹیکل (4)15 اور (4)16 کے تحت ریزرویشن کی 50 فیصد سے تجاویز نہیں کرنا چاہیے۔

منڈل کمیشن نے اس بات پر زور دیا کہ ایسے اُمیدوار جو میٹرٹ کی اساس پر عام زمرے میں منتخب ہو پاتے ہیں انھیں OBC کے تحت 27 فیصد میں شمار نہیں لینا چاہیے۔

تمام سطح پر ترقیوں کیلئے ریزرویشن کوٹہ پر عمل کرنا چاہئے

ریزرویشن کوٹے کے تحت اگر بھرتیاں نہیں ہو پا رہی ہیں تو اسے تین سال تک اسی زمرے میں محفوظ رکھنا چاہئے۔اُس کے بعد اسے ڈیریزرڈ کردیا جاسکتا ہے۔

ایس سی ایس ٹیز کی طرح پسماندہ طبقات کو بھی تقررات کیلئے عمر کی حد میں رعایات دینی چاہئے۔تمام یونیورسٹیوں اور ملحقہ کالجوں میں بھی ریزرویشن پر عمل کیا جانا چاہئے۔منڈل کمیشن نے سماجی، معاشی اور تعلیمی طور پر پچھڑے طبقات کی نشاندہی کرتے ہوئے ایسے طبقات کی فہرست مرتب کرلی۔1983ء میں منڈل کمیشن رپورٹ مکمل ہوئی ہے۔دس برس نذرانداز کرنے کے بعد آخر کار اُس وقت نیشنل فرنٹ حکومت کے وزیراعظم وشواناتھ پرتاب سنگھ (وی پی سنگھ) نے 7اگست 1990ءکو اس رپورٹ پر عمل کا اعلان کیا۔اور مرکزی حکومت نے سرکاری ملازمتوں، سرکاری خدمات میں 27فیصد obc یعنی سماجی اور معاشی طور پر پسماندہ طبقات کو یزرویشن دینے سے اتفاق کیا۔13اگست 1990 کو اس ضمن میں سرکاری حکم نامہ جاری کیا گیا۔اس سال ستمبر میں ان ریزرویشن کی عمل واری کی قانونی حیثیت کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا گیا۔اندرا سہانی جو اس کیس کی درخواست گزار تھی اُس تین مدعاوٗں پر بحث کرتے ہوئے سرکاری حکم نامہ خلاف عدالت میں اپنا موقف پیش کیا۔اندرا سہانی کا موقف تھا کہ ریزرویشن میں توسیع سے دستور میں فراہم کردہ مساویانہ مواقع کے ضمانت کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ذات کو بنیاد پر پسماندگی کی پیائش نہیں کی جاسکتی ہے۔عوامی اداروں کی کارکردگی خطرہ میں تھی۔ 13

اندرا سہانی کے اس معاملے میں حتمی فیصلہ تک کیلئے سپریم کورٹ کی پانچ رکنی آئینی بینچ نے 13اگست کے سرکاری حکم نامہ کی عمل آواری پر حکم التواء جاری کیا تھا۔16نومبر 1992 کو عدالت عظمی نے حتمی فیصلہ سناتے ہوئے مرکز کے حکم نامہ کو برقرار رکھا۔اس بات کو بھی تسلیم کرلیا گیا کہ ذات پسماندگی کی شناخت کیلئے اشارہ تھا۔اس طرح 1992ء سے سرکای ملازمتوں اور خدمات میں OBC طبقات کیلئے مستقل طور پر ریزرویشن کا عمل شروع ہوگیا۔

واضح رہے کہ منڈل کمیشن کی عمل آواری کیلئے شدید احتجاج کیا گیا تھا۔دہلی یونیورسٹی میں ایک طالب علم نے خودسوزی بھی کی تھی جس کے بعد عمل آواری کی گئی۔ 14

آئینی مراعات:

درج فہرست، قبائلی و پسماندہ طبقات کو تحفظات دینے کے اہم مقاصد میں روزگار اور مساویانہ مواقع فراہم کرنا شامل ہیں۔دراصل ریزرویشن کا لزوم اِن طبقات کو بااختیار بنا اور وفاقی اور صوبائی حکومت کے فیصلہ سازی میں ان کی شراکت داری کو یقینی بنا بنیادی

مقصد ہے۔اسی تناظر میں جسٹس بی پی جیون ریڈی نے اندرا ساہنی بنام حکومت ہند معاملے میں فیصلہ سناتے ہوئے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ ایسے طبقات کو عوامی شعبہ جات کے روزگار تحفظات دینے سے کچھ حد تک گزر بسر کے علاوہ کچھ تقویت بخشی جاسکتی ہے۔اسی لئے دستور ہند میں بھی روزگار میں مساویانہ مواقع فراہم کرنے کی دستور میں ضمانت دی گئی ہے۔دستور کی آرٹیکل 16 کی شق 4اور4اے میں حق مساوات کے تصور کا وسیع دائرے کار میں حکومت کو پسماندہ طبقات کے لوگوں کو مساویانہ مواقع دینے سے کہیں بھی ممانیت نہیں دی گئی ہے بلکہ مملکت کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی بھی شعبے میں اِن پسماندہ طبقات کی نا کافی نمائندگی پر انھیں ریزرویشن دینے کی گنجائش ہے۔آئین کی آرٹیکل 16اور335 کے تحت عوامی خدمات کے شعبے میں تحفظات سے متعلق ہدایت ذیل میں درج ہیں۔

آرٹیکل (1)16 کے تحت مملکت کے زیر انتظام کسی بھی دفتر میں تقررات یا روزگار کے ذرائع کے متعلق تمام شہریوں کو مساویانہ مواقع عطا کرنے کا حکومت اختیار حاصل ہے۔

آرٹیکل (2)16 عوامی شعبے جات میں کسی بھی شہری کو مذہب نسل رنگ جنس اور جائے پیدائش ،علاقہ ، یا کسی اور بنیاد پر نااہل یا امتیازی سلوک نہیں کیا جاسکتا۔[15]

اس طرح دستور ہند میں کئی مقامات پر درج فہرست طبقات اور قبائیلیوں کو تحفظات کے تعلق سے واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔درج فہرست اور قبائلی طبقات کے نشاندہی کے طریقہ کار کی بھی واضع انداز میں آئین میں وضاحت کی ہے۔

تاہم پسماندہ طبقات او بی سیز کے تعلق سے دستور میں کہیں بھی وضاحت نہیں کی ہے لیکن سپریم نے اندرا سہانی کیس میں حکومت کو ہدایت تھی کہ پسماندہ طبقات کا کمیشن تشکیل دے کر پسماندہ طبقات کی نشاندہی اور اُنکے حالت زندگی کے بارے میں ڈاٹا حاصل کریں۔عدالت عظمٰی کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حکومت نے اپریل 1993ء میں نیشنل کمیشن فار بیاک ورڈ کلاسیس ایکٹ منظور کیا۔اس قانون کے دفعہ 2 کے تحت پسماندہ طبقات کی اصطلاح کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ درج فہرست اور قبائلی طبقات کے علاوہ مرکزی حکومت نے پسماندہ طبقات کی فہرست مرتب کی ہے۔جس میں اِن طبقات سے متعلق شہریوں کے سماجی گروپس کو شامل کیا گیا ہے۔اسی فہرست میں نشاندہی کردہ پسماندہ طبقات کے گروپوں سے تعلق رکھنے والے شہریوں کو روزگار اور تعلیم کے میدان میں ریزرویشن فراہم کیا جارہا ہے۔پسماندہ طبقات کی فہرست میں شامل گروپس کی نشاندہی علاقہ ،جغرافیائی محل وقوع میں بسنے والے لوگوں کی ریاستی اساس پرجس درج فہرست اور قبائیلیوں کی شناخت کرتے ریزرویشن کے فوائد فراہم کیے جاتے ہیں اسی بنیاد پر او بی سی طبقات کو اِن ہی شرائط کو عائد کیا گیا ہے۔

دستور ہند (درج فہرست طبقات) حکم نامہ، 1950 (وقتاً فوقتاً ترمیم شدہ) کے مطابق کوئی بھی فرد چاہئے وہ کسی بھی مذہب کی اطاعت کرتا ہے۔چاہیئے ہندو یا سکھ یا بدھ مذاہب کو مانتا ہے اگر وہ بنیادی طور پر درج فہرست یا قبائیلوں یا او بی سیز سے تعلق رکھتا

ہوتو وہ انھیں طبقات کا تصور کیا جائیگا۔ مذہب کی بنیاد پر تحفظات فراہم نہیں کیے جاسکتے۔

خواتین تحفظات بل: ہندوستان میں خواتین ریزرویشن بل تعطل کا شکار ہوگیا ہے۔ 108 ویں دستوری ترمیمی بل 2008 کو 9 مارچ 2010ء کو راجیہ سبھا میں منظور کرلیا گیا ہے۔ لیکن اس بل کو لوک سبھا کی منظوری نہیں مل پائی۔ 2014 میں پندریں لوک سبھا کی تحلیل کے بعد خواتین تحفظات بل لیا پس ہوگیا۔ ملک کی کئی سیاسی پارٹیاں اس بل کی مخالفت کررہی ہیں۔ اس بل میں لوک سبھا اور تمام ریاستوں کی اسمبلیوں میں خواتین کو 33 فیصد ریزرویشن فراہم کرنے کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ اب بھی ملک کے طول وعرض سے خواتین ریزرویشن کی مانگ جاری ہے۔ وقفہ وقفہ سے کئی پارٹیاں اور رضاکار تنظیمیں اس بل کیلئے احتجاج کررہے ہیں۔

وہیں اگر ریاستی سطح کے ملازمتوں اور لوکل باڈیز میں کئی ریاستوں کی جانب سے خواتین کو ریزرویشن فراہم کیا جارہا ہے۔

پنچایت راج اداروں میں 50 فیصد ریزرویشن فراہم کرنے والی ریاستوں کی فہرست

سلسلہ نشان	ریاست کا نام
1	تلنگانہ
2	آندھرا پردیش
3	آسام
4	بہار
5	چھتیس گڑھ
6	گجرات
7	ہماچل پردیش
8	جھارکھنڈ
9	کیرلا
10	کرناٹک
11	مدھیہ پردیش
12	مہاراشٹر
13	اڈیشہ

14	راجستھان
15	سکم
16	ٹامل ناڈو
17	تریپورہ
18	اتراکھنڈ
19	مغربی بنگال

تحفظات کی عمل آوری اور اُسکے نتائج:

لوک سبھا میں کُل 543 سیٹیں ہیں۔ جن میں درج فہرست طبقات کیلئے 84 اور قبائلی طبقات کیلئے 47 سیٹیں مختص ہیں۔ 2009 سے قبل یعنی 15 ویں لوک سبھا میں۔ درج فہرست کیلئے 79 اور قبائلی طبقات کیلئے 41 سیٹیں مختص تھیں پہلے R. P. Act, 1950 میں ترمیم کرتے ہوئے 11 سیٹوں کا اضافہ کیا گیا۔ جبکہ پارلیمنٹ کے ایوان بالا یعنی راجیہ سبھا میں ریزرویشن نہیں ہے۔ کیونکہ اس ایوان کے ارکان منتخب اسمبلیوں سے چن کر آتے ہیں۔

اس کے علاوہ تمام ریاستوں کی اسمبلیوں میں درج فہرست اور درج قبائلی ذاتوں کی نمائندگی کیلئے ریزرویشن پر عمل کیا جارہا ہے۔

ایس سی، ایس ٹی اور OBC ریزرویشن کے عمل آوری کی تفصیل: درج فہرست طبقات قبائیلیوں اور پسماندہ طبقات کے ریزرویشن پر عمل آواری سے متعلق 78 وزارتوں اور محکمہ جات سے حاصل کردہ تفصیلات کی جانکاری جو پارلیمنٹ میں ایک تحریری سوال کے جواب میں دی گئی ہے۔ یکم جنوری 2016 تک اس طرح پائی گئی۔

ذاتیں	تحفظات کا حقیقی تناسب	ملازمتوں میں موجود نمائندگی
درج فہرست	15%	17.49%
قبائلی	7.5%	8.47%
OBC پسماندہ طبقات	27%	21.57%

مرکزی حکومت کی جانب سے پیش کردہ تفصیلات کے مطابق یکم جنوری 2012 تک OBC طبقات کا تناسب سرکاری ملازمتوں اور خدمات میں % 16.55 تھا۔ جو اضافہ ہوکر یکم جنوری 2016 تک %21.57 تک پہنچا۔ ایس سی، ایس ٹیز اور پسماندہ طبقات کی 92,589 بیاگ لاگ جائیدادوں کے منجملہ 63,876 جائیدادوں پر سال 2012 سے 2016 کے دوران تقررات کیے گئے۔ جبکہ یکم جنوری 2017 تک ایس سی، ایس ٹیز اور پسماندہ طبقات کی 28,713 بیاگ لاگ جائیدادیں

ہیں۔[16]

معاشی کمزور طبقات کا ریزرویشن EWS: این ڈی اے حکومت نے اعلیٰ ذاتوں سے تعلق رکھنے والے معاشی کمزور طبقات کیلئے تعلیم اور روزگار میں 10 فیصد ریزرویشن کو متعارف کیا ہے۔ایسے طبقات جو ایس سی ، ایس ٹی ، OBC ریزرویشن کے فوائد حاصل نہیں کرر ہے ہیں انھیں اس سے فائدہ پہنچے گا۔103 ویں دستوری ترمیم کے تحت معاشی کمزور طبقات کو ریزرویشن فراہم کرنے کی راہ ہموار کی گئی ہے۔چند افراد نے اس ریزرویشن کو عدالت عظمیٰ میں چیلنج کیا ہے۔تاہم عدالت نے ریزرویشن کی عمل آواری حکم التواء جاری کرنے سے انکار کردیا ہے۔اس طرح اب ملک میں 60 فیصد ریزرویشن پر عمل کیا جارہا ہے۔یو جی سی یعنی یونیورسٹی گرانٹ کمیشن نے بھی مورخہ 8 جنوری 2019 کو ہدایت جاری کرتے ہوئے ملک کی تمام 40 مرکزی یونیورسٹیوں، 8 مکمل ڈیم یونیورسیٹوں ، کے بشمول تمام اعلیٰ تعلیمی ادارہ جات کو اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ تعلیمی اداروں میں تعلیمی سال 20-2019 سے ہی معاشی کمزور طبقات کے ریزرویشن کو یقینی بنائیں۔

تعلیمی میدان میں ریزرویشن کے فوائد: آل انڈیا سروے آن ہائیر ایجوکیشن AISHE کی رپورٹ کے مطابق سال 16-2015 میں ہندوستان میں اعلیٰ تعلیمی اداروں میں 3,45,84,781 طلباء نے داخلہ لیا۔جس میں 52.56% طلبہ کا تعلق ایس سی ، ایس ٹیز اور OBC ریزرویشن کے زمروں سے تھا۔جبکہ 47.44% طلبہ عام زمرے سے تھے۔

تعلیمی اداروں میں ریزرویشن کا تناسب کا مندرجہ ذیل جدول میں پیش کیا جارہا ہے۔

زمرہ	2015-16	2014-15	2013-14	2012-13	2011-12
OBC	33.8%	32.9%	32.4%	31.2%	30.1%
ST	4.9%	4.8%	4.6%	4.5%	4.4%
SC	13.9%	13.51%	13.11%	12.8%	12.2%
GEN	47.4%	48.8%	49.9%	51.6%	53.2%

جدول کا ڈاٹا AISHE سے لیا گیا ہے۔

اختتامیہ:

ہندوستان میں ریزرویشن کی عمل آواری کا مطالعہ کرنے سے یہ نتائج سامنے آیئے ہیں کہ ایس سی ایس ٹیز ریزرویشن کی عمل آواری سے اِن طبقات کی بڑی تعداد کو قانون ساز ایوانوں جیسے پارلیمنٹ کے لوک سبھا اور ریاستی اسمبلیوں میں سٹیس حاصل ہوئے ہیں۔لیکن اب

ملازمتوں اورسرکاری خدمات میں تحفظات کا جائزہ لیا گیا تو موجود بیاگ لاگ جائیدادوں سے اس بات کا پتہ چلتاہیکہ اب بھی ایس سی ایس ٹیز اور پسماندہ طبقات کیلئے خصوصی تقرراتی مہم کی اشد ضرورت ہے کیونکہ ملازمتوں اور سرکاری خدمات ریزرویشن کا جوتناسب ہونا چاہیئے وہ نہیں ہے۔تعلیمی اداروں میں داخلے کی اگر بات کریں تومختص کوٹے سے بھی کم داخلے ایس سی اور ایس ٹیز زمرے میں پائے جارہے ہیں۔لہذا حکومتوں کو چاہیئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اِن طبقات کی تعلیم پرخرچ کریں تاکہ ریزرویشن کا فائدہ صحیح معنوں میں ہوسکے۔

حوالے

1۔ منوسمرتی سے اخذ ہے

2۔ جیوتی باپھولے انیسویں صدی عیسوئی کے معروف سماجی جہدکاررہے ہیں جنہوں نے سماجی نظام میں اصلاحات اور پسماندہ طبقات کے لئے انتھک جدوجہد کی۔

3۔ اچھوتوں کواُنکے جائزحقوق دلانے کیلئے سنجیدہ جہدکار اور دلتوں میں سب سے پہلے میٹرک کامیاب کرنے والی شخصیت ملک کے پہلے وزیرقانون بابائے قانون جنھیں بعدازمرگ بھارت رتن سے نوازا گیا۔

4۔ ہنٹرکمیشن رپورٹ سے اخذ ہے

5۔ Mehbubul Hassan Laskar,2010,"RETHINKING RESERVATION IN HIGHER EDUCATION IN INDIA" PP30

6۔ ایضاً

7۔ ایضاً

8۔ 1921 میں جاری کردہ مدراس صوبے کا سرکاری حکم نامہ برائے تحفظات

9۔ DBSAWS V-5 PP7

10۔ 27 ستمبر 1932 کا ٹائمز آف انڈا کے شمارے سے اخذ کردہ

11۔ پونہ معاہدہ سے اخذ کردہ

12۔ پہلے پسماندہ کمیشن کی رپورٹ سے لیا گیا ہے۔

13۔ S. P. Agrawal, Suren Agrawal, J. C. Aggarwal "Educational and Social Uplift of Backward Classes: At what Cost and How? ": Mandal Commission and After, Part 1 pp234

14۔ ٹائمز آف انڈیا مورخہ 6 اگست 1990

15۔ سپریم کورٹ کا مقدمہ اندرا سہانی بنام حکومت ہند کے فیصلے سے اخذ

16۔ ڈاکٹر جتیندر سنگھ، وزیر برائے پرسنل، عوامی شکایات اور وظائف کا راجیہ سبھا میں تحریری جواب